Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 34, Sr.No.92, 2013 pp 23 - 42

مجلہ تحقیق
مجلہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۴، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۳ء، شمارہ ۹۲

پاک بحریہ کے گوہر ادب

ڈاکٹر طاہرہ سرور☆

Abstract:

The Pakistan army has a great contribution in Urdu literature.They have a great work in Urdu prose and poetry both. In prose, they wrote Novels, Short stories, Auto Biography, History and Columns etc. Similarly, in Poetic section, these officers wrote Ghazals, Poems and Parodies etc. In this article Dr Tahira Sarwar has introduced Pak Navy s works.

عساکر پاکستان نے ادب کے حوالے سے بہت کام کیا ہے۔شاعری میں غزل،نظم،قصیدہ،مثنوی،رباعی،پیروڈی غرض ہر صنف شاعری میں منفرد مقام حاصل کیا،اسی طرح نثر کے میدان میں بھی بری،بحری اور فضائی افواج کے قلم کار کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ ناول،افسانہ،آپ بیتی،خاکہ،سفرنامہ،تاریخ،کالم نویسی غرض یہ کے ادب کی تقریباً ہر صنف ان سے فیض یاب نظر آتی ہے۔ذیل میں پاک بحریہ کے نثر نگاروں اوران کی تصانیف کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

☆ شعبۂ اردو،لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور

لیفٹیننٹ کمانڈر سید انور

سید انور ۱۵ فروری ۱۹۱۶ء کو کوٹلہ اجنیر تحصیل سمرالہ، ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید محمد حسین تھا۔ سید انور نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ سکول نیواں گاؤں نزد کوٹلہ اجنیر سے حاصل کی۔ مڈل اور میٹرک کے امتحانات گورنمنٹ ہائی سکول لدھیانہ شہر سے پاس کیے۔ ایف اے اور بی اے، گورنمنٹ کالج، لدھیانہ سے کیا۔ اس وقت لدھیانہ میں ایم اے کی تعلیم کا انتظام نہیں تھا اس لیے انہوں نے تعلیم کو خیر باد کہہ کر ''رائل انڈین نیوی'' میں ملازمت اختیار کر لی۔ قیام پاکستان کے وقت پاک بحریہ سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۶۱ء میں ملازمت سے سبکدوش ہو گئے۔[۱]

سید انور زمانہ طالب علمی ہی سے شعر و ادب کے شائق تھے اور سکول کے زمانے میں شاعری کا آغاز کر دیا تھا۔ وہ علامہ اقبال سے بہت متاثر تھے مگر کچھ عرصے کے بعد ان کے خیالات میں تبدیلی رونما ہوئی اور انہوں نے شاعری ترک کر کے افسانے اور ڈرامے لکھنے شروع کر دیئے۔ ان کے ڈرامے کالج کی ڈرامیٹک سوسائٹی میں پیش کیے گئے۔ بعد ازاں سید انور نے ڈرامے لکھنے بھی ترک کر دیئے اور صرف افسانے لکھنے کا فیصلہ کر لیا۔

سید انور کو افسانوی ادب کی نمایاں خدمات کے اعتراف پر ۱۹۸۵ء میں (دس ہزار روپے) نقوش ایوارڈ دیا گیا۔ ان کا انتقال ۱۹۹۰ء میں کراچی میں ہوا۔

تصانیف:

۱۔ آگ کی آغوش میں

سید انور کے افسانوں کا یہ پہلا مجموعہ ۱۹۴۶ء میں نیا ادارہ لاہور سے شائع ہوا۔ اس مجموعے میں گیارہ افسانے ''فساد کے دنوں میں''، ''اعتراف''، ''اندھیرا''، ''بادلوں کے پیچھے''، ''شاعری پیغمبری''، ''جنگ پر جانے والے جہاز میں''، ''چراغ کے نیچے''، ''آغاز''، ''تڑپ''، ''خون'' اور ''افق کے زینے پر'' شامل ہیں۔

۲۔ منزل کی طرف

یہ سید انور کے افسانوں کا دوسرا مجموعہ ہے جو ۱۹۵۰ء میں مکتبہ اردو، لاہور سے شائع ہوا۔

اس مجموعے میں تیرہ افسانے ''شاہراہ''، ''کلو پیٹرا''، ''استواء کے قریب''، ''جنت کے دروازے پر''، ''فریاد''، ''انگاروں پر''، ''میری''، ''جب چڑیاں چگ گئیں کھیت''، ''دس سال بعد''، ''کاٹھیاواڑ میں سے''، ''لغزش''، ''ظلمت'' اور ''جنگ ختم ہوگی'' شامل ہیں۔

۳۔سورج بھی تماشائی

سید انور کے افسانوں کا تیسرا مجموعہ ۱۹۶۲ء میں گلڈ پبلشنگ ہاؤس کراچی سے شائع ہوا۔ اس مجموعے میں بارہ افسانے ''جنس اور جینئس''، ''کمند''، ''انتخاب''، ''زرنگار''، ''صبح کرنا شام کا''، ''کالی انگلی''، ''بحر ہے پایاب مجھے''، ''رہگذر''، ''دل کی گہرائیوں میں''، ''طوفان''، ''ہیروں کا ہار'' اور ''نروان'' شامل ہیں۔

سید انور کی افسانہ نگاری کا مجموعی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سید انور کے افسانوں میں امیر اور غریب کی کش مکش اور ایک بہتر زندگی کی خواہش موجود ہے۔ مصنف کا اہم ترین حربہ طنز ہے۔ وہ زندگی کو فراز سے دیکھتے ہیں اور معاشرے کے کریہہ وجود پر چابک زنی کرنے لگتے ہیں۔ انور کے اس قسم کے افسانوں میں ''جنت کے دروازے پر''، ''ظلمت''، ''کمند''، ''انتخاب'' اور ''نروان'' کو اہمیت حاصل ہے۔

سید انور کے افسانوں میں سیاسی، مذہبی، معاشرتی بے انصافیوں اور اس کے ردعمل میں معاشرتی جدوجہد کا رنگ، جنس غرض یہ کہ ہر طرح کے موضوعات ملتے ہیں۔ مثلاً افسانہ ''فساد کے دنوں میں'' کا تعلق انسان کی فطرت کے اس رُخ سے ہے جو عوام کے آلام ومصائب اور ان کی تباہی و بربادی پر بھی اپنی ہوس کی پیاس بجھانے کا ذریعہ بنا لیتی ہے۔ اس افسانے کا بنیادی کردار ہندو مسلم فسادات کی لہر سے مالی منفعت کا ایک پہلو نکال لیتا ہے۔ وہ بھاری رشوت لے کر پانچ پانچ روپیہ پر کرائے کے غنڈے اکٹھا کرتا ہے۔ اور رات کی تاریکی میں لوٹ مار، آتش زنی کی کارروائیاں کراتا ہے۔ اس افسانے کا کینوس، بظاہر بڑا محدود نظر آتا ہے لیکن اس کا مرکزی نقطہ استحصال پسندی کی مختلف صورتیں سامنے لاتا ہے جن میں سے ایک یہ کہ غریب لوگوں کو رقم دے کر ان سے انسانوں کی تباہی کا جال بچھوایا جاتا ہے۔

''میں بجلی کی تیزی سے پیچھے مڑا۔ میرے بالکل نزدیک ایک شخص دھڑام سے نیچے گر اتڑپا اور

ٹھنڈا ہو گیا۔ مقتول کپڑوں سے مسلمان معلوم ہوتا تھا۔ کوئی اس کی مدد کو نہیں پہنچا۔ سب تتر بتر ہو گئے، میں بھنا گیا۔ مجھے زندگی اور موت کے نقوش نظر آنے بند ہو گئے۔''۲

سید انور کے ہاں زبان کا فن کارانہ استعمال نظر آتا ہے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کا کردار جس طبقے جس مزاج، جس ماحول اور جس ذہنی سطح کا حامل ہوتا ہے۔ وہ زبان بھی ویسی ہی بولتا ہے۔ ہم ان کرداروں کی زبان سے ان کی تعلیمی اور معاشی حیثیت کا اندازہ بھی کر سکتے ہیں۔ بحثییت مجموعی سید انور اچھے اور خوبصورت افسانوں کی بہت بڑی تعداد کا خالق ہے۔ بقول پروفیسر محمد رضا کاظمی:

''سید انور نے اس عہد میں افسانہ نگاری کی جب اردو افسانہ اپنے عروج پر تھا۔ افسانے کے فن کے جتنے مشاہیر اس عہد میں جمع ہوئے۔ ان کا آئندہ کسی بھی دور میں یکجا ہونا اب محال نظر آتا ہے۔ سید انور ان افسانہ نگاروں میں تھے۔ جنھوں نے ایک نسبتاً خاموش اسلوب کے باوصف اپنی شناخت اور اپنی انفرادیت کو منوالیا۔ وہ ان چند افسانہ نگاروں میں تھے جو ناول نگاری میں بھی ناکام نہیں رہے۔ ان کے منفرد اسلوب اور تازہ موضوعات کی وجہ سے انہیں تادیر یاد رکھا جائے گا۔''۳

۴۔ ایک اور سومنات

سید انور کا ایک ناول ''ایک اور سومنات'' ۱۹۸۰ء میں پاکستان فاؤنڈیشن، لاہور سے شائع ہوا۔ اس ناول میں سید انور نے اپنی بحری زندگی کے تجربات پیش کیے ہیں۔ ناول اڑتالیس گھنٹے کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس ناول کے بارے میں سید انور خود کہتے ہیں کہ 'ایک اور سومنات'' میں انہوں نے اپنے نیوی کے تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ پر اردو ادب میں پہلی بار نیوی کے بارے میں یہ ناول لکھا۔ سید انور کے اس ناول میں دو سطحیں ہیں۔ ایک تو ہماری قومی سطح ہے جس میں ہماری بحریہ ہندوستان کے مقابلے میں اپنے کارناموں کا ذکر کرتی ہے اور پورے جذبے اور بہترین صلاحیتوں سے کام لے کر دوارکا پر حملہ آور ہوتی ہے۔ اس قومی سطح کے ساتھ ناول ایک بین الاقوامی سطح کا پیغام بھی دیتا ہے جس میں یو این او کے منشور کے مطابق مختلف ممالک کے تنازعے جنگ کے بجائے افہام و تفہیم سے انجام پانا چاہئیں۔ ناول میں بتایا گیا ہے کہ انسانوں

کی سب سے بڑی دشمن جنگ ہے۔ اس طرح یہ ناول بنیادی طور پر ایک عالمگیر امن کا پیغام بن جاتا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو ادب میں سید انور کا بحری زندگی کے حوالے سے لکھا جانے والا یہ ایک منفرد ناول ہے جو اپنے اندر تکنیکی انفرادیت بھی رکھتا ہے اور موضوعاتی بھی۔ حقیقی کرداروں کا چناؤ اور تخیل کی آمیزش سے اُن کے گرد قصے کا تانا بانا بنتے ہوئے سید انور نے فنی مہارت کا ایک ثبوت پیش کیا ہے۔ ہم اس ناول کو اردو ادب کے اول درجے کے ناولوں میں تو شمار نہیں کر سکتے لیکن یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اپنی طرز کا ایک اچھوتا اور کامیاب ناول ہے۔

کمانڈر مزمل یٰسین صدیقی

مزمل یٰسین صدیقی یکم جولائی ۱۹۳۲ء کو لکھنؤ، اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم دارالعلوم ندوہ، لکھنؤ، گورنمنٹ جوبلی سکول (کالج) لکھنؤ اور مسلم یونیورسٹی سکول، علی گڑھ سے حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد سنٹرل ماڈل سکول، لاہور سے ۱۹۴۹ء میں میٹرک اور گورنمنٹ کالج، لاہور سے ۱۹۵۰ء میں ایف ایس سی کی۔ مزمل صدیقی اپنا خاندانی پس منظر یوں بیان کرتے ہیں۔

''میرے والد جج تھے اور علی گڑھ کے تعلیم یافتہ تھے، ان کا جوانی ہی میں انتقال ہو گیا۔ دادا انگریزی حکومت میں ڈپٹی کلکٹر تھے۔ میرے والد پانچ بھائی تھے جن میں سے چار حافظ قرآن تھے، میرے دادا اور پردادا اور ان کے بزرگان بھی حفاظ تھے۔ ننھیال تعلقہ داری تھا یعنی وڈیرے تھے اور لکھنؤ کے قرب و جوار میں ان کے گاؤں تھے۔''[۱۲]

مزمل یٰسین ۱۹۵۱ء میں بحیثیت کیڈٹ پاکستان نیوی سے وابستہ ہوئے۔ رائل نیوی کے مختلف سکولوں میں ۵۶-۱۹۵۴ء کے دوران مختلف کورسز کیے۔ ۵۸-۱۹۵۶ء میں پاکستان نیوی میں پی۔ این۔ ایس بدر پر تعینات ہوئے۔ ۶۲-۱۹۵۸ء میں پاکستان نیوی کے مائن سویپر ''مبارک'' اور ''منصف'' پر پیشہ ورانہ خدمات انجام دیں۔ ۱۹۶۳ء میں رائل نیوی کے سگنل سکول ''مرکری'' میں تربیتی کورس کیا۔ بعد ازاں پاکستان نیوی کے جہاز ''بدر'' پر تعینات رہے۔ ۶۷-۱۹۶۶ء میں رائل نیوی اسٹاف کالج لندن میں اسٹاف

کورس کرنے کے بعد واپس آ کر پاکستان نیوی اسٹاف کالج قائم کیا۔ کالج میں نئی روایات کی بنیاد ڈالی، یعنی خواتین لیکچرز کو بلایا جن میں بیگم رعنا لیاقت علی خان اور ڈاکٹر حمیدہ کھوڑو شامل ہیں۔

اسلام پر چار لیکچر رکھے اور اقتصادیات کا مختصر کورس متعارف کرایا۔

۱۹۶۸ء میں نیول ہیڈکوارٹر میں بحیثیت ڈائریکٹر آف سگنل متعین ہوئے۔ ۱۹۷۱ء میں بھٹو حکومت کے آنے کے بعد ملازمت سے برخواست کر دیئے گئے۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں ان کی پنشن بحال ہوئی۔ ۷۸۔۱۹۷۹ء میں مزمل یٰسین نے اپنی ذاتی کوششوں سے بحر جنوبی کے لیے دو مہمات روانہ کروائیں۔ انہی سالوں میں انہیں نیوی نے میری ٹائم میوزیم بنانے کا منصوبہ دیا جو انہوں نے مکمل کیا۔ ۲۰۰۷ء میں نیوی نے مزمل یٰسین صاحب کو لائبریری قائم کرنے کا کام دیا اور فی الوقت وہ اسی میں مشغول ہیں۔

تصانیف:

ا۔ تاریخ سلطنت مسلمانانِ روس

زیر نظر کتاب روسی علاقے میں آباد ترک قبائل کی سیاسی جدوجہد اور نشاۃ ثانیہ کی تاریخ ہے۔ اس میں روسی مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کے حوالے سے انیسویں صدی سے لے کر ۱۹۱۷ء کے انقلاب تک کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ مزمل یٰسین صاحب کی لکھی اس تاریخ کی بدولت ہم اپنے دلوں کو ایک مشترک جذبہ ایمانی سے تازہ کرتے ہیں۔ کتاب مختلف عنوانات میں منقسم ہے جن میں ''روس کے ترک''، ''تحریک اتحاد اسلامی و دور اصلاحات''، ''تحریک قومیت''، ''قزاق''، ''ازبک اور بخاری قوم پرست''، ''آذر بیجان''، ''اتحاد اقوام ترک اور تاتاری''، ''پہلی جنگ عظیم اور وسطی ایشیا''، ''انقلاب ۱۹۱۷ء''، ''والگا۔ یورال''، ''تاتاریہ''، ''باشقر دستان''، ''ترکستان اور انقلاب روس''، ''آذر بیجان کا مسئلہ آزادی''، شامل ہیں۔ علاوہ ازیں روس کے مسلمانوں کی تاریخ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ سوویت یونین کی اسلامی ریاستوں اور روس کی سیاسی جماعتوں کی تفصیل بھی دی گئی ہے۔

مزمل یٰسین نے اپنی اس کتاب کے ذریعے مسلمانان روس کی جدوجہد اور مساعی کو واضح کیا ہے۔ ہمارے لیے اپنی سیاسی اور ثقافتی تاریخ کو سمجھنے کے لیے بھی وسطی ایشیا کے ترک مسلمانوں کا مطالعہ اور جائزہ از حد ضروری ہے۔ مصنف کی زبان اور اندازِ بیان اتنا دلچسپ ہے کہ کتاب پڑھتے وقت ذہن پر بوجھ ڈالنے کی بجائے کشش پیدا ہوتی ہے۔ شروع سے آخر تک کتاب کی یہی کیفیت

ہے۔ایک مولف کے لیے اس سے زیادہ اور کیا کامیابی ہوسکتی ہے کہ وہ ٹھوس مضمون کو دلچسپ پیرایہ بیان میں ادا کر جائے اور مطلب خبط ہونے نہ پائے۔ الغرض اس بالغ نظری سے لکھی گئی تاریخ سے معاصر مسلمانوں کے حالات اور تاریخ سے ہماری واقفیت بڑھتی ہے۔ اور یہ کتاب اردو مورخ کے لیے بھی قیمتی مواد فراہم کرتی ہے۔ کتاب میں تصویریں اور نقشے بھی شامل ہیں جو کتاب کی اہمیت میں اضافہ کا باعث ہیں۔

۲۔ فلسطین ایک المیہ

دور حاضر کے بین الاقوامی سیاسی مسائل میں فلسطین بہت اہمیت رکھتا ہے۔ عربوں اور مسلمانوں عالم کے لیے یہ نہ صرف ایک جذباتی مسئلہ ہے بلکہ ان کے لیے یہ وقت کا اہم ترین سیاسی مسئلہ بھی ہے۔ مشرقِ وسطیٰ کی تمام تر سیاست فلسطین کے گرد گھوم رہی ہے اور ہر عرب ملک کی اندرونی اور بیرونی سیاست اس سے متاثر ہے۔ قیام اسرائیل سے لے کر اب تک اس خطے میں متعدد جنگیں ہو چکی ہیں اور اس تمام علاقے میں تشویشناک اضطراب کی کیفیت ہے جو امن عالم کے لیے ایک مستقل خطرہ ہے۔ یہ اسلام اور یہودیت کے تصادم کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ حق و انصاف کی برتری اور بالا دستی کا مسئلہ ہے۔ مزمل یٰسین نے اس کتاب میں قبل از اسلام کی تاریخ سے لے کر اسرائیلی ریاست کے وجود میں آنے تک کے واقعات کی ایک حقیقی اور متوازن تصویر پیش کی ہے۔ انہوں نے یہودیوں کے مذہبی عقائد، ان کی سماجی اور ثقافتی زندگی، ان کے کردار، مسلمانوں اور عیسائیوں سے یہودیوں کے تعلقات، یہودیوں کے عزائم اور مقاصد، ان کی مذہبی اور سیاسی تحریکوں کی نوعیت، مغربی ممالک کی سازشیں اور عربوں کی جدوجہد جیسے موضوعات پر سیر حاصل اور محققانہ نظر ڈالی ہے اور مستند کتابوں اور حوالوں سے ان محرکات و واقعات پر بحث کی ہے جو ارض مقدس کی تقسیم کا سبب بنے۔ فلسطین کے مسئلے کو اس کے عالمی سیاسی تناظر میں دیکھنے کی یہ اردو میں پہلی مبسوط اور عالمانہ کتاب ہے جسے مصنف نے کمال محنت اور نہایت عرق ریزی سے تصنیف کیا ہے۔ وہ اس سے قبل بھی ''تاریخ سلطنت مسلمانان روس'' لکھ کر علمی دنیا میں اپنا مقام پیدا کر چکے ہیں۔ ان کی یہ تصنیف بھی ایک مفید اور عالمانہ کاوش ہے جو حوالے کا بھی کام دے گی اور اسے ذوق و شوق سے پڑھا جائے گا۔

۳۔سلطنت عثمانیہ کی انقلابی تحریکیں

زیرِنظر کتاب کا اہم مقصد یہ ہے کہ قارئین کو ترک تاریخ کے ایک ایسے باب سے روشناس کرایا جا سکے جس کے اثرات ہماری اپنی اور عالم اسلام کی سیاسی زندگی پر بڑے گہرے ہیں۔اسی مطمع نظر کے تحت مصنف نے سلطنت عثمانیہ کی انقلابی تحریکیوں کو موضوع بنایا ہے۔اردو ادب میں ترکی کی تاریخ پر کتابیں تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ کتاب اس کمی کو پورا کرنے کی ایک کوشش ہے۔ دلنشیں اسلوب میں لکھی گئی مزمل یٰسین کی یہ کتاب بلا شبہ ترکوں کی عظیم الشان تاریخ اور اس کے عظیم رہنماؤں کو ایک خراج کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔

کمانڈر اقبال رشید فاروقی

کمانڈر اقبال رشید فاروقی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد پاکستان نیوی کے محکمہ تعلیم میں شامل ہو گئے۔ وہ زیادہ وقت جونیر افسران کی تعلیم سے منسلک رہے۔ان کے تدریسی فرائض میں اسلامیات اور مطالعہ پاکستان خصوصی مضامین تھے۔انہوں نے ایک مسلمان گھرانے میں پرورش پائی۔ بقول محمد ذاکر علی خاں:

''انہوں نے ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جہاں صحیح دینی ماحول میسر تھا،اس لیے پہلے دن ہی سے صحیح عقائد سیکھنے اور مشق کرنے کا بہترین کورس میسر آیا جو انسان کی کردار سازی میں خشتِ اول کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس میں اگر کجی واقع ہو تو پھر ساری عمارت ٹیڑھی اور ناپیدار ہو جاتی ہے لہٰذا ایسے خاندانی ورثے کی بدولت فاروقی صاحب نے دنیوی مصروفیات اور فرائض منصبی کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حصولِ علم دین کے لیے جدوجہد جاری رکھی جس کی طرف فی زمانہ توجہ کرنا تضیع اوقات قرار دیا گیا ہے جو عام زبوں حالی کا سبب ہے۔فاروقی صاحب کا فقہ،حدیث اور تفسیر کا خاصا مطالعہ ہے اور اسلامی تاریخ کی بھی آگہی ہے اس لیے وہ سفر میں ہوں یا حضر میں، اپنے مذہب کی حرمت کا پاس رکھتے ہیں بلکہ حصول معلومات کے کوشاں نظر آتے ہیں۔''[۵]

اقبال رشید فاروقی نے تحریک پاکستان میں ایک طالب علم کی حیثیت سے حصہ لیا۔اسلام اور پاکستان ان کی شخصیت کی کمزوریاں ہیں،اسلام کے خلاف کسی بات کو سن کر خاموش رہنا ان کے

لیے ناممکن ہے اور پاکستان کے بارے میں بھی کسی ناشائستہ بات کو سننا پسند نہیں کرتے۔ انہوں نے دورانِ ملازمت نہایت خاموشی اور اپنی حتی الامکان کوششوں سے کئی اسلامی روایات بحریہ میں جاری کرادیں۔

تصانیف:

ا۔ سمندر کی سسکیاں

زیرِ نظر کتاب اقبال رشید فاروقی کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ کتاب میں ۲۹ مضامین شامل ہیں اور ان تمام مضامین میں بڑے موثر و دردمندانہ انداز میں حقائق سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ ایک مضمون ''پاکستان میں بحریہ کا اسلامی پس منظر'' ہے جس میں بحریہ کی مکمل تاریخ موجود ہے اور اس میں بہت سی ایسی معلومات دی گئی ہیں جن سے عام لوگ واقف نہیں ہیں۔

مسلمانوں نے بحریات میں تجربات کے ساتھ اپنی بحری صلاحیتوں اور تنظیم کی ترقی کی طرف بھی توجہ رکھی۔ مصنف بتاتے ہیں کہ دسویں صدی عیسوی تک مسلمانوں کی بحری قوت عروج پر تھی۔ بحریہ کے حوالے سے مصنف نے بعض تاریخی کتابوں میں سے بھی حقائق بیان کیے ہیں۔ مثلاً ''آئین اکبری'' میں بحری بیڑے کے ملازمین کی تنخواہوں کے اسکیل کی موجودگی کا ذکر کیا ہے۔ ''تاریخ میں غلو'' کے عنوان سے جو مضمون تحریر کیا گیا ہے اس میں ان لغویات اور مہمل قصے کہانیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جنہیں نامعلوم وجوہات کی بنا پر نہ صرف مسلمانوں کی تاریخ میں شامل کر دیا گیا ہے بلکہ ان کا رشتہ سرکارِ دو عالمؐ تک سے بھی جوڑنے کی جسارت کی گئی ہے۔ مضمون ''تہذیبی سرحدیں'' میں موجودہ مغربی تہذیب کے خطرات سے آگاہ کیا گیا ہے اور اپنی تہذیب کو محفوظ رکھنے کی تدابیر اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

ان مضامین میں بیشتر وہ مضامین بھی شامل ہیں جو فاروقی صاحب ملک کے موقر جریدوں میں وقتاً فوقتاً قلمبند کرتے رہے۔ ایسی تمام تحریریں پڑھ کر یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اقبال رشید فاروقی مسلمانوں کے تہ دل سے بہی خواہ ہیں اور اپنی قوم کو زوال پذیری سے نکالنے کے خواہش مند ہیں۔ اس کے لیے وہ قلم کے ذریعہ جہاد میں مصروف ہیں۔ ان کی مخلصانہ خواہش ہے کہ اس دور کے

مسلمان لغو روایات سے نکل کر حقیقی دنیا میں سانس لیں۔ اس کے علاوہ انہیں اس بات کا بھی بڑا دکھ ہے کہ آج ساری دنیا میں اسلام، مسلمانوں اور مسلم ممالک پر تخریب کاری کے الزامات لگا کر ان کو برباد کیا جا رہا ہے اور ان کارروائیوں پر سارا عالم تماشائی بنا ہوا ہے۔ اقبال رشید فاروقی اپنی تحریروں میں اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ بیشتر اس کے یہ اسلام کے دشمن اپنے مشن میں کامیاب ہوں، مسلمانانِ عالم اپنے دین، معاشرت اور اپنے ممالک کی حفاظت کے لیے متحد ہو کر جدید علوم کو حاصل کریں اور تعلیمات اسلامی سے بہرہ مند ہو کر مدافعت کرنے کے لائق ہو جائیں۔ اقبال رشید کے یہ تمام مضامین دلچسپ اور معلومات افروز ہیں اور مصنف کے خوب صورت اسلوب اور اپنے موضوعات کے اعتبار سے بھی قاری کی توجہ مبذول کرانے میں کامیاب ہیں۔ بقول محمد ذاکر علی خاں:

> ''قارئین میں کم ایسے ہوں گے جن کو مصنف کے کالموں کے جہاز پر بیٹھنے اور کمانڈر فاروقی سے ملنے کا اتفاق ہوا ہو لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ کتاب پڑھنے کے بعد اس خوش آئند رویے کو ضرور محسوس کریں گے کہ سرحد کے محافظوں میں بھی ادب کا شعور اور ذوقِ خواندگی پایا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ قابل قدر یہ جذبہ ہے کہ فاروقی صاحب کی تحریروں میں دین سے لگاؤ اور احکامات کی پابندی پر رغبت نظر آتی ہے اور وہ اپنے نقطۂ نظر کو دلائل سے واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مجھے اس بات کا بھی یقین ہے کہ قارئین کرام فاروقی صاحب کے اس مطالعاتی سفر کو نہ صرف دلچسپ و معلومات انگیز پائیں گے بلکہ آئندہ دوسرے ایسے ہی سفینے کی آمد کے آرزومند ہو جائیں گے۔''[۶]

۲۔خانہ کعبہ کی توہین

''سمندر کی سسکیاں'' کے بعد زیرِ نظر کتاب ''خانہ کعبہ کی توہین'' اقبال رشید کی دوسری اہم تحقیقی دستاویز ہے۔ تاریخ اسلام میں جہاں کامیابیوں اور کامرانیوں کی ایک طویل فہرست موجود ہے وہیں کچھ اندوہناک سانحات بھی وقوع پذیر ہوئے ہیں جنہیں کسی صورت بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں سے ایک ۲۰ نومبر ۱۹۷۹ء مطابق یکم محرم ۱۴۰۰ ہجری کو پیش آنے والا واقعہ ہے جس میں ایک گروہ نے خانہ کعبہ پر قبضہ کیا۔ اس واقعہ کی تھوڑی بہت تفصیل اخبارات و جرائد و نشریاتی اداروں کے ذریعے لوگوں تک پہنچ سکی لیکن لمحہ لمحہ بدلتی صورت حال اور اس دل خراش داستان پر رمزیت کے

پردے پڑے ہوئے تھے۔ شاید وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ الم ناک قصہ ذہنوں سے بالکل ہی محو ہو جاتا لیکن قدرت کو ایسا منظور نہ تھا۔ اسی وجہ سے ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ یہ روداد کتابی صورت میں اقبال رشید فاروقی کے ہاتھوں منظر عام پر آئی۔ انہوں نے ان تمام حالات و واقعات کو بڑی خوبی سے بیان کرتے ہوئے کتاب کے آخر میں اسباق بھی پیش کیے ہیں۔ یہ کتاب ''خانہ کعبہ کی توہین'' حقائق کی ایک ایسی معتبر دستاویز ہے جسے بڑی دردمندی اور دکھ کے ساتھ اقبال رشید فاروقی نے صفحاتِ قرطاس پر منتقل کیا ہے۔ شروع سے لے کر آخر تک وہ ساری معلومات اس مختصر کتاب میں موجود ہیں جو بتیس برس گزر جانے کے باوجود صیغۂ راز میں رہی ہیں۔ یوں سمجھ لیجئے کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں ہر اس سوال کا جواب دیا ہے جس کی دنیا بڑی بے تابی سے منتظر تھی۔ مثلاً حرم پر جس گروہ نے قبضہ کیا تھا، اس کے عقائد و مقاصد کیا تھے؟ اس میں شامل لوگوں نے کس ماحول میں پرورش پائی تھی؟ اس قبضے کے سلسلے میں انہیں کن قوتوں کی پشت پناہی حاصل تھی؟ سعودی حکمرانوں سے انہیں کیا شکایات تھیں؟ اور وہ حرم پر قابض ہونے کے بعد کس قسم کا انقلاب برپا کرنا چاہتے تھے؟ کتنا عرصہ وہ حرم پر قابض رہے اور ان معصوم زائرین پر کیا گزری جو بوقت قبضہ طواف و عبادات میں مصروف تھے؟ حرم پر قبضے کی خبر سن کر عالم اسلام پر کیا گزری اور ساری دنیا میں کس قسم کا ردعمل سامنے آیا۔ سعودی حکمرانوں نے اس شورش پر قابو پانے کے لیے کون سی تدابیر اختیار کیں اور کس قدر خونریزی کے بعد وہ باغیوں پر قابو پا سکے۔ بہترین اسلوب میں تحریر کردہ اقبال رشید کی یہ کتاب بے حد معلومات افروز ہے اور اس میں قاری کے ذہن میں اٹھنے والے مندرجہ بالا تمام سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے ہیں۔

کموڈر طارق مجید

طارق مجید ۲۲ اگست ۱۹۳۷ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم رائے بہادر سوہن لال سکول لاہور سے حاصل کی۔ ۱۹۵۳ء میں گورنمنٹ سنٹرل ماڈل سکول، لاہور سے میٹرک اور ۱۹۵۵ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف ایس سی کی۔ ۱۹۵۹ء میں پاک بحریہ میں کمیشن لیا۔ ''نیویگیشن'' اور ''ڈائریکشن'' کے شعبے میں خصوصی دسترس حاصل کی۔ ۱۹۶۲ء میں انڈونیشیا کے علاقہ ویسٹ ایرئین میں اقوام متحدہ کی طرف سے پاکستان ملٹری فورس کے بھیجنے پر اس فورس کے پاک بحریہ کے گروپ کے

ساتھ کام کرتے ہوئے یو۔این کی پہلی بحری فورس قائم کی اور اس میں ایک بحری یونٹ کی کمانڈ کی۔

۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگوں میں حصہ لیا۔ ۱۹۷۳ء میں بحریہ کے کمانڈوز بیس کے کمانڈنگ افسر ۱۹۷۵ء میں حکومت پاکستان کی کیبنٹ ڈویژن میں ملٹری ونگ میں ڈیپوٹیشن پر سروس، ۱۹۷۷ء میں پاک بحریہ کے ایک تباہ کن بڑے جہاز کے کمانڈنگ افسر، ۱۹۷۸ء میں ڈائریکٹر پاکستان، بحریہ ٹیکٹیکل سکول، اور نیشنل ڈیفنس کالج میں بطور ڈائریکٹنگ سٹاف متعین رہے۔ ۱۹۸۲ء میں قائداعظم یونیورسٹی سے ایم ایس سی (سٹریٹیجک سٹڈیز) کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۸۷ء میں خود اپنی مرضی سے ریٹائرمنٹ لے لی۔

طارق مجید صاحب قومی اور بین الاقوامی واقعات اور حالات پہ مستقل انگریزی اور اردو میں خصوصی مقالے لکھتے رہتے ہیں۔ ریسرچ اور تحریر وتقریر میں ان کا خاص موضوع عالمی صہونیت، اس کے باطل نظریات اور اس کے طاغوتی عزائم و مقاصد کا بیان ہے۔ تجمل حسین ان کی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ نے انہیں جہاں ایک بڑے عہدے سے نوازا، وہاں انہیں ایک خالصتاً مذہبی اور ذہین ذہن بھی عطا فرمایا۔ کتابوں سے ان کا رشتہ بہت مضبوط ہے۔ کتابیں صرف پڑھتے ہی نہیں بلکہ لکھتے بھی ہیں اور لکھتے بھی ایسا ہیں کہ اگر انسان مکمل یکسوئی سے پڑھے تو ذہن کے کئی ایک نئے دریچے وا ہوتے ہیں اور حقیقتوں کے کئی ایک چمنستان کھل اٹھتے ہیں۔''[۷]

تصانیف:

۱۔ جہاد کی تیاری اسلامی احکام کی روشنی میں

اس مختصر کتاب کا موضوع جہاد کی تیاری ہے۔ انسان کی فلاح و کامرانی اس کے اس بنیادی طرزِ عمل میں مضمر ہے کہ وہ وقت، مال اور جان کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے ہوئے اس کی راہ میں لگاتا ہے یا محض اپنی ملکیت سمجھتے ہوئے ان چیزوں کو صرف اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے استعمال کرتا ہے۔ طارق مجید نے مجاہدین اسلام کے لیے جہاد کی تیاری کو مختلف عنوانات کے تحت بیان کیا ہے مثلاً جہاد کی تیاری کیوں اہم ہے؟، جہاد کی فضلیت، جہاد کی تاکید، جنگی فنون وساز وسامان کی تیاری، جنگی مشینری میں لوہے کی اہمیت، مستقل مسلح افواج جسمانی وذہنی تربیت، جسماتی تربیت وتیاری، سیاسی سطح

پر تیاری، ضروریات کے ذخائر، اخلاقی و روحانی سطح پر تیاری، جہاد میں دعا کا کردار، اخلاقی و روحانی تربیت کی ضرورت، اللہ سیمد د کی درخواست اور شرائط، اخلاقی و روحانی تربیت کے خطوط اور رسول کریم ﷺ کے معمولاتِ جہاد بیان کیے ہیں۔ جہاد کے حوالے سے اخلاقی اور روحانی سطح پر تیاری کا ذکر بھی کتاب میں موجود ہے۔ طارق مجید کا کہنا ہے کہ جہاد میں بہترین سپاہی وہی ہے جو اخلاقی اور روحانی طور پر تیار ہے۔ یہ تیاری قرآن وسنت کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے ہوتی ہے۔ کتاب کے آخر میں رسول کریمؐ کے معمولاتِ جہاد بیان کیے گئے ہیں تاکہ افواج کی اخلاقی تربیت کے خطوط کا اندازہ ہو سکے۔

۲۔ عالمی طاغوتی کھیل میں مکروفریب کا راج

اسرائیل غیر قانونی، غیر فطری، ناجائز اور ناقابل قبول ریاست ہے جو مسلمہ سیاسی اور اخلاقی اصولوں کو روند کے فلسطین کے علاقے کو غصب کر کے وہاں کے اصل مکینوں کو قتل و غارت اور انہیں جبراً بے دخل کر کے وہاں وجود میں لائی گئی ہے۔ یہ ریاست شروع سے ہی اپنی حدود میں توسیع کرنے اور نہایت ہٹ دھرمی اور بے دردی سے فلسطینی مسلمانوں کو مفلوج اور پوری طرح مغلوب کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ صیہونی قوتیں جس طرح مکروفریب، دباؤ، دہشت گردی اور بلیک میل کے ہتھکنڈوں سے اسرائیلی ریاست کو وجود میں لائیں، بالکل اسی طرح اس نے اس ناجائز اور ناقابل تسلیم ریاست کو مختلف ممالک سے زبردستی تسلیم کروایا۔ طارق مجید صاحب کی کتاب ''عالمی طاغوتی کھیل میں مکروفریب کا راج'' میں یہودیوں کے عزائم بیان کیے گئے ہیں۔ اس تحریر کا مدعا اہل پاکستان خصوصاً اس ملک کے ارباب اقتدار، علما اور دانشوروں اور دوسرے مسلم ممالک کے ایسے ہی تمام طبقوں کو صیہونی ٹولی کی اصلیت، فطرت، عزائم اور فتنوں اور مکروفریب کی چالوں سے آگاہ کرنا ہے اور ان سے یہ کہنا ہے کہ اسلام اور مسلم ممالک کے خلاف صیہونیت کے خوفناک عزائم کی طرف توجہ دیں اور انہیں روکنے کے لیے اعلیٰ ترین سطح پر فوری اقدامات کی ابتداء کی جائے۔

۳۔ تخلیق پاکستان پر مہربانی کی چھاپ

زیر نظر کتاب میں نظریہ پاکستان کے حوالے سے تخلیق پاکستان کے مراحل کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مصنف کا خیال ہے کہ مملکتِ پاکستان کے نہایت مبارک ساعت اور لمحہ خوش بختی کے وقت

وجود میں آنے پر 'اللہ کا ہاتھ' شامل ہے اور اس حقیقت کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ زیر نظر کتاب اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قیام کے اغراض و مقاصد بیان کرتی ہے قائداعظم اور علامہ اقبال کے افکار سے روشناس کرانے کے ساتھ ساتھ کتاب میں پاکستان کے نام کی انفرادیت و ندرت کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں ''تحفظ پاکستان'' کے عنوان سے ملک کے تحفظ کی ذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے مصنف نے صہیونی عزائم سے آگاہ بھی کیا ہے۔ اس کتاب میں جن موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے ان میں نظریہ پاکستان اور اس ملک کے قیام کا منفرد اور بے مثال ہونا سرفہرست ہے۔ اُمید ہے اس میں جن حقائق اور ان پر مبنی جن نتائج کی نشان دہی کی گئی ہے، وہ قارئین کو ایک نئی آگہی و شعور بخشیں گے اور یہ ہمارے مستقبل کے ادبی ورثہ میں مناسب توجہ حاصل کرے گی۔

کموڈور سید شہاب حامد ہاشمی

سید شہاب حامد ہاشمی ۲۸ مئی ۱۹۵۵ء کو راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ مسلم ہائی سکول، راولپنڈی سے پانچویں اور ۱۹۶۹ء میں اسلامیہ ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد کراچی منتقل ہو گئے۔ ۱۹۷۱ء میں جامعہ ملیہ کالج کراچی سے ایف ایس سی کی۔ کراچی یونیورسٹی میں بی ایس سی کر رہے تھے کہ نیوی میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۷۲ء میں پاکستان نیوی میں شامل ہوئے۔ ۱۹۷۵ء میں انجینئرنگ برانچ میں کمیشن حاصل کی۔ ۱۹۷۶ء میں لاجسٹک برانچ میں آ گئے۔ گیارہ سال مختلف بحری جہازوں میں سروس کی۔ ۱۹۷۹ء میں لیفٹیننٹ، ۱۹۸۳ء میں لیفٹیننٹ کمانڈر اور ۱۹۹۳ء میں کمانڈر بنے۔ ۱۹۹۷ء سے ۱۹۹۹ء فرانس میں تقرری رہی۔ ۱۹۹۹ء میں کیپٹن کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۲۰۰۰ء میں این ایچ کیو میں پوسٹنگ ہوئی۔ ۲۰۰۵ء میں کموڈور کے عہدے پر ترقی پائی۔ اسٹنٹ چیف آف نیول سٹاف (بجٹ اور مینجمنٹ) رہے۔ ۲۰۰۹ء میں ریٹائر ہوئے۔ اپنی ریٹائرمنٹ کے دن حج کے لیے مکہ میں تھے۔ آج کل بحریہ یونیورسٹی میں ڈائریکٹر ایچ آر (ہیومن ریسورس) ہیں۔[۸]

سید شہاب حامد ہاشمی پاکستان نیوی کے ماہانہ اردو جریدے ''نیوی نیوز'' میں مضامین لکھتے رہے۔ اس حوالے سے شہاب ایک خط میں لکھتے ہیں:

''بنیادی طور پر لکھنے کا کام سنجیدگی سے ۱۹۹۷ء میں فرانس میں شروع کیا۔ وہاں سرکاری کام

کے سلسلے میں مارسیلز جانا ہوتا تھا۔ ٹی جی وی TGV ٹرین پیرس سے چار گھنٹے لیتی تھی اور یہ دورانیہ انتہائی بور ہوتا تھا کیوں کہ فرانسیسی لوگ سوشلی بہت دقیانوس ہیں۔ لوگوں میں گھل مل جانا ان کو بالکل پسند نہیں۔ بوریت سے گھبرا کر لکھنا شروع کیا۔ پھر تو لکھتا چلا گیا۔ ۹

ان کی اب تک ایک ہی کتاب ''آنکھوں دیکھا جھوٹ'' منظر عام پر آئی ہے۔ آج کل وہ اپنی پیشہ ورانہ مصروفیات کے باعث لکھنے پڑھنے کے کام سے قدرے دور ہیں۔

آنکھوں دیکھا جھوٹ

سمندر اور سمندری فوج کے متعلق ہماری معلومات تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں۔ سید شہاب حامد ہاشمی نے اپنی کتاب ''آنکھوں دیکھا جھوٹ'' میں ہمیں پاکستان نیوی، سمندری زندگی اور سیلرز کے رہن سہن کے بارے میں ہلکے پھلکے انداز میں آگاہ کیا ہے۔ زیادہ تر مضامین ذاتی تجربات اور حقیقت پر مبنی ہیں اور مزاح کی چاشنی میں ڈبو کر پیش کیے گئے ہیں۔ کتاب سات مضامین ''امریکہ یاترہ''، اگو سٹاسب میرین کی جائے پیدائش۔ شربو (فرانس)''، ''ہائے بیماری''، ''پریشانیاں''، ''آنکھوں دیکھا جھوٹ''، ''ہم کمانڈو بنے'' اور ''پروموشن بورڈ'' پر مشتمل ہے۔ علاوہ ازیں شہاب حامد نے اس مضمون میں بحری سفر کے ذریعے سین ڈیاگو ہوائی، جوتھی گوام (بحرالکاہل میں ایک جزیرہ)، ''سیوبک بے'' (فلپائن) اور پی نانگ (ملائیشیا) کے حالات بھی دلچسپ انداز میں بیان کیے ہیں۔

شہاب حامد کا اسلوب عسکری مزاح نگاری کے میدان میں نئے امکانات کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ ان کا اسلوب اور اندازِ بیاں ہی ہے کہ قاری کی دل چسپی شروع سے آخر تک برقرار رہتی ہے۔ وہ معمولی واقعات بیان کرتے ہوئے اپنے دلکش انداز بیان اور زبان کے اچھوتے استعمال سے تحریر کو گدگداتے چلے جاتے ہیں۔ مجموعی طور پر شہاب حامد کے تحریر کردہ تمام مضامین بہت دلچسپ اور معلومات افروز ہیں۔

لیفٹیننٹ کمانڈر ڈاکٹر محمد نواز

ڈاکٹر محمد نواز ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو ستھیالی کلاں چک ۲۵، تحصیل سانگلہ ہل، ضلع ننکانہ صاحب پیدا ہوئے۔ ان کے والد چوھدری فتح محمد بھٹی مرحوم سابقہ فوجی تھے اور زمیندار خاندان سے

تعلق رکھتے تھے۔ ڈاکٹر محمد نواز نے ۱۹۷۲ء میں گورنمنٹ اصلاح ملت ہائی سکول، شیخو پورہ سے میٹرک، ۱۹۷۵ء میں لاہور بورڈ سے ایف اے، ۱۹۷۹ء میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے بی اے، ۱۹۸۱ء میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور ہی سے ایم اے اسلامیات، ۱۹۸۴ء میں ایم اے عربی اور ۱۹۹۰ء میں ایم اے ایجوکیشن کیا۔ ۱۹۹۴ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایل ایل بی، اور ۲۰۰۲ء میں اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے پی ایچ ڈی کیا۔ ۱۹ مئی ۱۹۸۴ء کو بحیثیت سب لیفٹیننٹ، پاک بحریہ میں شمولیت اختیار کی۔ اسٹاف افسر نظامت دینی تعلیمات نیول ہیڈ کوارٹرز، اسلام آباد رہے۔ بطور لیفٹیننٹ کمانڈر ۱۹۹۷ء میں پاکستان نیول اکیڈمی اور ۲۰۰۱ء تا ۲۰۰۳ء پی این ایس راہنما اور دلاور میں کام کیا۔ ۲۰۰۳ء میں پاک بحریہ سے ریٹائر ہوئے۔ ۲۰۰۶ء سے تا حال اقراء یونیورسٹی، کراچی میں بطور پروفیسر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

اسلامی بحریہ (آغاز، عروج اور شاندار کارنامے)

زیر نظر کتاب ڈاکٹر محمد نواز کی تحقیقی کاوش ہے۔ مصنف نے حضرت نوح علیہ السلام کے سب سے پہلے بحری جہاز اور کشتی سے لے کر عہد خلفائے راشدین عہدِ بنوامیہ، عہد بنوعباس، عہد اندلس، بنواغلب، فاطمین مصر اور عثمانی ترکوں کی اسلامی بحریہ کے عظیم کارناموں کو بہت خوب صورتی سے بیان کیا ہے۔ یہ کتاب گیارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول ''بحر اور اس سے متعلق عمومی معلومات'' ہے۔ اس باب میں بحر اور اس سے متعلق عمومی معلومات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

باب دوئم ''بحر، بحریہ اور عرب پس منظر'' میں عربی زبان میں کشتی اور بحری جہاز سے متعلق استعمال ہونے والے مختلف الفاظ لکھے گئے ہیں پھر بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید نے کون کون سے الفاظ استعمال کیے ہیں نیز قرآنی آیات سے ان الفاظ کی نشان دہی کی گئی ہے۔ باب سوئم ''مسلمانوں کے بحر اور بحریہ سے تعلق کی نوعیت'' ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اسلام ایک آفاقی دین ہے اور اس کی تحریک بھی عالمگیر ہے۔ اسلام کی اشاعت میں اور اس کی تحریک کے فروغ میں سمندر نے اہم کردار ادا کیا۔ بحر کے لفظ کا قرآن میں استعمال اور بحری جہاز و کشتیوں سے متعلق تمام قرآنی آیات کی نشان دہی کرنے کے بعد چند آیات کو احاطہ تحریر میں لایا گیا ہے جو اس موضوع سے متعلق ہیں۔ باب چہارم

''عظمت جہاد اور بحری جہاد کی خصوصی اہمیت'' ہے۔اس باب میں ڈاکٹر محمد نواز نے جہاد کا اسلامی تصور، دفاعی اور اقدامی جہاد کا دائرہ کار، قرآن مجید میں جہاد و قتال کے احکامات، جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے بارے میں قرآن حکیم کے ارشادات، جہاز کے لیے ترغیب، تیاری اور شہداء کے مناقب بیان کیے ہیں، نیز مسلم بحری جہاد کو خصوصی اہمیت بیان کی گئی ہے۔باب پنجم ''اسلامی بحریہ کا آغاز اور کارنامے'' ہے۔اس باب میں ڈاکٹر محمد نواز نے خلافت راشدہ کا تعارف، خلافت راشدہ کے عہد کی بحری فتوحات میں جزیرہ قبرص کی پہلی عظیم الشان فتح، ساحل مصر پر رومی بیڑے کا حملہ اور پسپائی نیز رومن اور مسلمین کا فیصلہ کن بحری معرکہ جو''لائیسا'' کے ساحل فونکس کے مقام پر ہوا، بیان کیا ہے۔ مسلم بحری بیڑے کی صقلیہ پر یلغار، امیر البحر عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے بحری مہمات اور بحری جہازوں کے حجم اور کارخانوں کا حال بیان کیا ہے۔آخر میں خلافت راشدہ کے عہد کی بحری تجارت کا حال بھی تحریر کیا ہے۔باب ششم ''عہد نبوامیہ کی اسلامی بحریہ'' ہے۔مسلم بحری بیڑے نے اموی عہد حکومت میں ارتقاء کی جو بلندیاں طے کیں، ڈاکٹر محمد نواز نے ان کا ذکر کیا ہے اور قسطنطینہ پر کیے گئے دو حملوں،، بحری جہاز سازی کے کارخانوں کی تفصیل کے بعد آتش یونانی کا پس منظر بھی تحریر کیا ہے ۔باب ہفتم ''عہد بنو عباس کی اسلامی بحریہ'' ہے۔ اس باب میں عہد بنو عباس میں دو حکمرانوں ہارون الرشید اور مامون الرشید کی دور کی جہاز رانی اور جہاز سازی کا ذکر کیا گیا ہے باب ہشتم ''اندلس کی اسلامی بحریہ'' ہے اس باب میں سب سے پہلے اندلس کا تعارف اور تاریخی پس منظر بیان کیا گیا ہے۔اس کے بعد طارق بن زیاد سے پہلے موسیٰ بن نصیر نے جزیرہ خضراء پر لشکر کشی کی تھی۔ اس کا مفصل حال تحریر کیا گیا ہے۔باب نہم ''بنو اغلب کی اسلامی بحریہ'' ہے۔اس باب میں مولف نے بنو اغلب کے عہد کا تعارف بیان کرنے کے بعد ان کے دور کے مضبوط ترین مسلم بحری بیڑے کے کارہائے نمایاں، بحرہ روم پر اس کی فوقیت اور ان کے دارالحکومت قیروان کی مذہبی، سیاسی اور عسکری اہمیت بیان کی ہے۔باب دہم ''فاطمین مصر کی اسلامی بحریہ'' ہے۔اس باب کے آغاز میں فاطمین مصر کا تعارف اور فاطمی کہلانے کی وجہ بیان کی گئی ہے۔باب یازدہم ''اسلامی بحریہ کا عروج'' ہے۔آخر میں مصنف نے سلطنت عثمانیہ کے حیرت انگیز کارناموں کو بیان کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد نواز نے حوالہ دیتے وقت سب سے پہلے اصل ماخذ کو اختیار کیا ہے اور معاونت کے لیے ثانوی ماخذ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ قرآن اور احادیث مبارکہ کی عربی عبارات لکھنے کے بعد ان کا ترجمہ لکھا ہے اور مغربی مفکرین اور مورخین کی کتب کا حوالہ دیتے وقت ان کی اصل عبارت انگریزی کی بھی تحریر کی ہے اور پھر اس کا ترجمہ لکھا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب ڈاکٹر محمد نواز کی ان تھک محنت، وسیع مطالعہ، بہترین اسلوب نگارش اور محققانہ اندازِ فکر کا ثمرہ ہے۔

کیپٹن ارشد محمود

کیپٹن ارشد محمود ۳۱ دسمبر ۱۹۶۸ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ۱۹۸۴ء میں واہ کینٹ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور یکم اپریل ۱۹۸۵ء کو بحیثیت نیول کیڈٹ پاک بحریہ میں شمولیت اختیار کی۔ جونیئر کیڈٹ کالج پی این ایس راہنما سے ۱۹۸۶ء میں ایف ایس سی اور پاکستان نیول اکیڈمی پی این ایس رہبر سے ۱۹۹۰ء میں بی ایس سی (آنرز) کیا۔ مختلف بحری جہازوں اور پاکستان نیوی انجینئرنگ کالج پی این ایس جوہر میں تربیت کے مختلف مدارج طے کرتے ہوئے یکم جولائی ۱۹۸۹ء کو بحیثیت سب لیفٹیننٹ کمیشن حاصل کیا۔ مزید پیشہ ورانہ تعلیم کے بعد پی این ایس خیبر جنگی جہاز سے ''واچ کیپنگ سرٹیفکیٹ'' حاصل کیا۔ بعد ازاں میری ٹائم سیکورٹی ایجنسی کے جہاز 'وحدت' اور 'برکت' پر رہے پھر ۱۹۹۳ء میں پاکستان نیول ایوی ایشن میں شمولیت اختیار کی۔ پاکستان ایئر فورس اکیڈمی سے پہلے پائلٹ اور پھر انسٹرکٹر پائلٹ کورس کامیابی سے کیے۔ نیول ہیڈ کوارٹر میں ڈائریکٹر نیول ایوی ایشن بھی رہ چکے ہیں۔ آج کل ہیڈ کوارٹرز، کوسٹل کمانڈ کراچی میں بحیثیت سنیئر سٹاف آفیسر تعینات ہیں۔

ارشد محمود نے لکھنے کا آغاز بچوں کے اخبار اور رسائل سے کیا۔ بحریہ میں شمولیت کے بعد بحریہ کے مختلف جرائد اور انٹر سروسز پبلک ریلیشنز کے ماہ نامہ ''ہلال'' میں بھی لکھتے رہے۔ ''آٹھ بج گئے جناب!'' ان کی پہلی کتاب ہے۔

آٹھ بج گئے جناب

پاک بحریہ کے افسران اور ملاح اپنی سمندری سرحدوں میں خاموشی کے ساتھ دفاع وطن کا

فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ زیرنظر کتاب بحریہ میں شمولیت سے لے کر کمیشن حاصل کرنے تک کی کہانی ہے۔ مصنف کا مقصد ابتدا سے انتہا تک یہی نظر آتا ہے، کہ وہ ایک عام شخص کو بحریہ، اس میں کمیشن حاصل کرنے کا طریقہ کار، بحری زندگی، سمندری سفر اور ان سب کے دوران پیش آنے والی مشکلات وتفریحات کے بارے میں کچھ اس طرح روشناس کرا سکیں کہ وہ یہ سب پڑھتے ہوئے بے زار نہ ہو سکے۔ مصنف کا انداز بیان بہت دلنشین ہے اس حوالے سے چند اقتباسات دیکھیے۔

''کچھ نے چھوٹتے ہی کہا ''تمہارا میڈیکل فٹ ہونا بہت مشکل ہے'' ایک حضرت نے جو پاؤں فلیٹ ہونے کی وجہ سے رہ گئے تھے مجھے مشورہ عطا کرتے ہوئے کہا گول گول پتھروں کو ایک لائن میں رکھ کر ان پر چلنے کی کوشش کریں۔ جیسے ہم طبی معائنے کے لیے نہیں جمناسٹک کا امتحان دینے کے لیے جا رہے ہیں۔ ایک صاحب نے جو خاصے محنتی سے تھے ہمیں نظروں میں تو لتے ہوئے کہا ''تمہارا وزن کچھ کم ہے روزانہ زیادہ نہیں صرف دو درجن کیلے (ماشاءاللہ) کھا لیا کرو'' اس وقت شبہ ہوا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے شاید مکمل نہیں بنایا۔'' ۱۰

''سوئی وہیں اٹکی جہاں کافی عرصے سے اٹک رہی تھی جو کم از کم وزن سے بھی کچھ کم تھا۔ حوالدار کا سر نفی میں ہلتا دیکھ کر ہم نے انہیں سمجھایا کہ ایک دو کلو سے کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا۔ آپ کوئی سبزی تو نہیں تول رہے۔ ہم تو وطن پر مٹنے کے شوق میں آئے ہیں، تھوڑا سا پہلے ہی مٹے ہوئے ہیں تو کیا غم ہے۔'' ۱۱

ارشد محمود کی کتاب ''آٹھ بج گئے جناب'' کو مختصر سمندری سفر نامہ بھی کہا جا سکتا ہے کیوں کہ انہوں نے مختلف ممالک کے بحری سفر کا ذکر بھی اس کتاب میں کیا ہے۔ ارشد نے اپنے سفر کے دوران اطراف میں پائی جانے والی ان تمام بندرگاہوں اور جگہوں کا ذکر بھی کیا ہے جہاں انہوں نے قیام نہیں بھی کیا۔ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ قارئین سمندری راستوں سے آگہی حاصل کر سکیں۔ ان کی اس کتاب کے ذریعے ہم پاک بحریہ کے تربیتی مراحل کے ساتھ ساتھ دوسرے ملکوں کے طرز معاشرت سے بھی آگاہ ہوتے ہیں۔ مصنف نے واقعاتی مزاح میں نکتہ سنجی اور نکتہ آفرینی بھی سمونے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ وہ اپنی بہت ہی ''فوجیانہ'' زندگی کے بارے میں تحریر کرتے ہوئے خوش طبعی، بذلہ سنجی، خندۂ زیرلب اور پر انبساط کیفیت برقرار رکھ سکیں۔ الغرض شگفتہ اسلوب میں لکھی گئی ان کی یہ کتاب ہمیں

بحریہ کے شب و روز سے مکمل طور پر روشناس کرا دیتی ہے۔

الغرض یہ کہا جاسکتا ہے کہ تعلیمی اور ادبی خدمات کے حوالے سے بحریہ سے وابستہ یہ تمام شخصیات اہم مقام رکھتی ہیں۔ پاک بحریہ کے نثر نگاروں نے اپنی پیشہ وارانہ ذمہ داریاں ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اردو ادب میں بھی نا قابل فراموش کارنامے سرانجام دیئے ہیں جنہیں اردو ادب کی کوئی بھی تاریخ نظر انداز نہیں کرسکتی۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ شہزاد منظر، علامتی افسانے کے ابلاغ کا مسئلہ، کراچی: انجمن پریس، ۱۹۹۰ء، ص۱۷۹۔۱۸۰

۲۔ سید انور، افسانے 'فساد کے دنوں میں'، مشمولہ آگ کی آغوش میں، لاہور: نیا ادارہ، ۱۹۴۶ء، ص:۲۲س

۳۔ کراچی کا ادبی منظر نامہ از علی حیدر ملک ہفت روزہ، اخبار جہاں، کراچی: ۱۹ تا ۲۵ مارچ ۱۹۹۰ء، ص:۴۶

۴۔ مقالہ نگار کے نام کمانڈر مزمل یٰسین صدیقی کا خط، مورخہ ۱۸ جولائی ۲۰۱۱ء

۵۔ محمد ذاکر علی خان، 'قلم سے جہاز رانی' مشمولہ سمندر کی سسکیاں از کمانڈر اقبال رشید فاروقی، کراچی: رائٹرز بک فاؤنڈیشن، جنوری ۲۰۰۸ء، ص:۸

۶۔ محمد ذاکر علی خان، 'قلم سے جہاز رانی'، مشمولہ سمندر کی سسکیاں، ص:۱۲

۷۔ تجمل حسین، ماہنامہ منظر نامہ، لاہور: کینٹ کواپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی، جولائی ۱۹۹۵ء

۸۔ مقالہ نگار کے نام کموڈور سید شہاب حامد ہاشمی کا خط، مورخہ ۲۸ جون ۲۰۱۱ء

۹۔ ایضاً

۱۰۔ ایضاً، ص:۲۰

۱۱۔ ایضاً